مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخی خدمات

(قسط:۱)

مفتی محمد رضا انصاری

فرنگی محل کے نامور عالم دین مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی انصاری رحمۃ اللہ علیہ وفات: ۱۸۸۶ء-۱۳۰۴ھ کی جو عظیم شہرت برصغیر ہندوپاکستان اور براعظم ایشیا میں ہوئی اور آج تک ہے وہ محدث، فقیہ، متکلم، معقولی، صاحب افتاء اور مستند حنفی کی حیثیت سے ہے، تذکرہ نویس، ماہر اسماء الرجال اور مؤرخ کی حیثیت سے نہیں ہے اور یہ حیثیت معاصر اربابِ علم وصاحبانِ تصانیف کے رجحان کو دیکھنے میں من جملۂ نوادر تھی، ان کا بلند مرتبہ ان کے عہد میں زیادہ قابل توجہ نہیں سمجھا گیا، اس عہد کا مزاج ہی یہ تھا کہ عالم دین کے لیے مؤرخ یا تذکرہ نویس ہونا، نہ سببِ امتیاز تھا نہ قابل ذکر اور جسے تذکرہ نویس مان لیا گیا اُسے مستند عالم دین کا درجہ دینا کم ہی گوارا کیا گیا۔مولانا فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختصر عمر (۱) میں جو شمسی کیلنڈر کے اعتبار سے صرف ۳۸ سال دو ماہ اور تین دن تھی، بڑی چھوٹی سو سے زیادہ تصانیف کیں، جو مصنف کے سامنے ہی طبع ہوکر دور دور تک رائج ہوگئی تھیں۔ (۲) مولانا کی کثرتِ تصانیف کے سلسلے میں شام کے ایک عالم اور محقق مفتی عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ:

> ''جب بھی ان بڑے بڑے مصنفوں کا ذکر کیا جائے گا جن کی تصانیف پچاس یا سو سے متجاوز ہیں تو بلاشبہ امام عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سرفہرست ہوگا، اس لیے کہ ان کی تصانیف کی تعداد ایک سو چودہ تک پہنچ گئی ہے اور اگر ان کی مختصر عمر کی نسبت سے ان کی تصانیف کا حساب کیا جائے گا تب تو یہ بہت زیادہ ثابت ہوں گی۔ میں نے ان کی بیشتر تصانیف جمع کرلی ہیں، جو رہ گئی ہیں ان کو بھی حاصل کرنے کی کوشش میں ہوں اور میرا حتمی ارادہ ہے کہ ان کی ان مفید اور کثیر تصانیف کے صفحات کا شمار کرکے ان کی عمر کے ایام پر اُنہیں تقسیم کروں، اس طرح تصنیف وتالیف میں ان عظیم الشان اور نادرالوجود مہارت کا انکشاف ہوسکے گا، میرا تو خیال ہے کہ اس طرح حساب لگانے سے ان تمام بڑے بڑے مصنفین پر- جن کی عمریں لمبی ہوئیں اور جنہوں نے بڑی تعداد میں تصانیف چھوڑی ہیں جیسے علامہ ابن جریرؒ، علامہ ابن جوزیؒ اور امام فخر الدین رازیؒ وغیرہ- امام عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس لحاظ سے فوقیت

www.banuri.edu.pk

حاصل ہوگی کہ ان کی روزانہ لکھنے کی مقدار سب سے زیادہ نکلے گی۔''(۳)

منطق، فلسفہ، مناظرہ، کلام، نحو، صرف، حدیث، فقہ اور تاریخ وتراجم میں سے ہر موضوع کی مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے خدمت کی اور بجاطور پر انہیں محدث، فقیہ، اصولی، منطقی، بحّاث، نقاد اور مؤرخ کہا جاسکتا ہے۔ سب سے زیادہ خدمت انہوں نے فقہ اور حدیث کی کی، ان دونوں موضوعات پر ان کی تصانیف کی مجموعی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ دوسرے نمبر پر تذکرہ نویسی اور تراجم واحوال سے متعلق ان کی تصانیف ہیں جو ڈیڑھ درجن کے قریب ہیں۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کی دو پہلوؤں سے خدمت کی:

۱:......علماء ومصنفین کے احوال وتراجم ایک مخصوص نظام کے تحت مرتب کیے۔

۲:......اور فنون وعلوم کی تاریخ بھی قلم بند کی، علوم وفنون کی تاریخ پر ان کے قلم نے اس وقت روشنی ڈالی جب وہ بعض اہم قدیم تصانیف کو اپنے حواشی اور مقدمات کے ساتھ شائع کرانے کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں اس انداز پر شائع کیا جسے موجودہ زبان میں کتاب کا ایڈٹ کرنا کہتے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تو اس حد تک مدعی ہیں کہ کتاب کو ایڈٹ کرنے کا طریقہ ایجاد ہی مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، اپنے مضمون ''ہندوستان میں علم حدیث'' میں لکھتے ہیں:

''یورپ میں قلمی کتابوں کو ایڈٹ کرنے کو جو اہمیت حاصل ہے اور جس طرح وہ مختلف نسخوں کی فراہمی، مقابلہ، تصحیح اور ساتھ ہی مصنف اور تصنیف کے متعلق ہر قسم کی معلومات مقدمہ میں فراہم کرتے ہیں، مولانا نے یعنی مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے یورپ کے طریقہ کار کے علم سے پہلے ہی اس کام کی طرف توجہ کی اور بالکل اسی طریق پر بلکہ اس سے بہتر طریقے پر اس کو انجام دیا، جس کتاب کو شائع کیا اس کے مختلف نسخوں کو فراہم کیا اور ان کا مقابلہ کرکے ایک صحیح نسخہ ترتیب دیا، پھر اس پر حواشی لکھے، شروع میں ایک مقدمہ لکھا، جس میں ماتن، شارح اور اس کے دیگر شارحین کے حالات لکھے، اس کتاب اور اس فن پر دوسری کتابوں کے حالات ذکر کیے، نفس اس فن کی جس میں یہ کتاب تھی تاریخ لکھی۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی مقدمہ نگاری کی ایجاد کی، مولانا سے پہلے کسی شارح یا محشی نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔''(۴)

اب تو عام دستور بن چکا ہے کہ جس کتاب کو ایڈٹ کیا جاتا ہے، اس سے متعلق تمام تحقیقی مواد کتاب کے شروع میں بطور مقدمہ درج کردیا جاتا ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس دستور کو ایجاد کیا اور معمول بہ بنایا، اس طرز کے ان کے قابل قدر مقدمات ہیں:

۱:.....**مقدمة عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية**۔ ۲:.....**مقدمة موطا امام محمد الموسوم بالتعليق الممجد**۔ ۳:.....**مقدمة الجامع الصغير المسماة بالنافع الكبير**۔ ۴:.....**مقدمة الهداية وذيلة الموسومة بمذيلية الدراية**۔ ۵:.....اور **مقدمة السعاية فی كشف**

مافی شرح الوقایۃ ہیں۔

ان کے علاوہ جس چھوٹی بڑی درسی کتاب پر مولانا نے حاشیہ لکھا، اس کے شروع یا خاتمے پر اس کتاب، اس کے مصنف اور تصنیف کے عہد کا ذکر بھی ضرور کیا۔ درسی کتابوں پر لکھے گئے مقدمات کی حیثیت خواہ وہ کتنے ہی گراں قدر ہوں حلقۂ درس میں بہر حال ضمنی سمجھی جاتی رہی ہے، اس لیے کہ درسی کتابوں سے اصل مدعا، کتاب کے مطالب ومباحث سے واقفیت حاصل کرنا رہا ہے، کم از کم مشرقی درسگاہوں نے تو زیر درس کتابوں کے پڑھانے یعنی ان کے مطالب سمجھنے سمجھانے میں اس درجہ انہماک کا ثبوت دیا ہے کہ زیر درس کتاب کے مصنف کا نام تک جاننا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ مصنف کی دوسری تصانیف اور مصنف کے عہد کی خصوصیات سے واقفیت کی بات تو بہت دور کی بات ہے، اس صورت حال کے جو نقصان دہ نتائج برآمد ہوئے ان کی خود مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح نشان دہی کی ہے:

''ہمارے زمانے ہی کے علماء نہیں، ہمارے ملک کے بیشتر و بیشتر علماء بھی مصنفین اور علماء کے احوال وتراجم کو حقیر چیز قرار دیتے تھے اور انہوں نے اس اہم (علمی) پہلو کو پس پشت ڈال رکھا تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تراجم علماء ان کے لیے گم شدہ خزانہ ہوگئے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نسیاً منسیاً ہوگئے، اس صورت حال کی بدولت ہمارے علماء اندھیرے گڑھے میں جا پڑے اور اندھی سواری کی پیٹھ کے سوار بن گئے۔ ہمارے علماء کا حال یہ ہے کہ متقدمین کی کتابوں میں جن علماء کا ذکر ہے ان کے اصلی ناموں سے بھی یہ ناواقف ہیں، ان کے حالات اور خصوصیات کا کیا ذکر اور ان کی ولادت ووفات سے واقفیت کا کیا سوال؟ کتب فقہ میں مذکور کسی فقیہ کے بارے میں جو لقب یا نسب سے یاد کیا گیا ہے، اگر ان علماء سے یہ پوچھ لیا جائے کہ اس کا نام کیا ہے؟ اس کا کام کیا ہے؟ کس زمانے میں تھا؟ اور کہاں کا رہنے والا تھا؟ تو وہ وحشی جانوروں کی طرح ادھر اُدھر دوڑ بھاگ کرنے لگیں گے اور حیران وپریشان کی طرح مبتلائے فکر ہوجائیں گے، دیکھ لو! اپنی تصانیف میں یہ علماء ایک فقیہ کی تصنیف کو دوسرے فقیہ سے منسوب کردیتے ہیں، اس مصنف اور دوسرے مصنف کے درمیان ان کو کوئی وجہ امتیاز بھی نظر نہیں آتی، خاص کر جب نام، لقب، نسب اور عہد بھی دونوں مصنفوں کا اتفاق سے ایک ہو تو ہمارے علماء دونوں میں بالکل تفریق نہیں کرپاتے۔ اگر کسی فقہی مسئلے میں علماء کا اختلاف رہا ہے تو ہمارے زمانے کے علماء درجہ اول کے عالم کو درجہ آخر میں اور درجہ آخر کے علماء کو درجہ اول میں محض اپنی واقفیت سے رکھ دیتے ہیں، اقوال مقبول ومردود مشہور وغیر مشہور کے درمیان بھی فرق نہیں کرپاتے۔'' (۵)

جس عام ناواقفیت کا نقشہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے کھینچا ہے، اگرچہ اس کا عمومی رخ فقہیات کی طرف ہے، لیکن معاملہ وہیں تک نہ تھا، دوسرے علوم وفنون کا حال بھی بعینہٖ یہی تھا اور اس ناواقفیت کے

نقصانات وہاں بھی محسوس کیے جاتے تھے، البتہ فقہ کا معاملہ زیادہ اہم اس بنا پر تھا کہ فن میں متقدمین اور سلف کی آراء متاخرین اور خلف کی آراء کے مقابلے میں زیادہ وزن رکھتی ہیں، اسی لیے مولانا نے اس اہم معاملے کو اپنی اولین توجہ کا مستحق قرار دیا، کیونکہ اس سے دینی ضرورت وابستہ تھی، وہ لکھتے ہیں:

''اس صورتِ حال کے پیش نظر میں نے علمائے احناف کے احوال جمع کرنے کی طرف اپنے ارادے کی باگ موڑ دی (اللہ تعالیٰ ہمارے علماء کو اپنے ظاہر اور پوشیدہ الطاف سے مخصوص فرمائے) اس لیے کہ ہمارے معاصر حنفی علماء کو قدیم علمائے احناف کے احوال جاننے کی ضرورت زیادہ تھی، خصوصاً ہمارے ملک میں تو اس کی احتیاج اظہر من الشمس تھی۔'' (۶)

علمائے احناف کے احوال میں لکھی جانے والی کتابوں کے مصنفین: عبد القادر قرشیؒ، مجد شیرازیؒ، قاسم بن قطلو بغاؒ، قطب مکیؒ اور ملا علی قاریؒ کا، نیز احناف وغیر احناف علماء کے احوال میں لکھی جانے والی ملی جلی کتابوں کے مصنفین جلال الدین سیوطیؒ، حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، سخاویؒ، یافعیؒ اور محمد بن فضل المحبیؒ کا حوالہ دینے کے بعد مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے علماء کی طرف سے معذرت بھی کی ہے کہ چونکہ مذکورہ مصنفین کی تصانیف ہمارے ملک (اکثر شہروں) میں مفقود ہیں اور پوشیدگی کے پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی ہیں۔ (۷)

اس لیے ضرورت تھی کہ جن علماء کو ان مفقود و مخفی تصانیف تک رسائی حاصل ہوگئی ہے، وہ نہ صرف یہ کہ خود ان سے کام لیں، بلکہ ان سے حاصل کردہ معلومات کو منفعت عامہ کے لیے عام اور مشتہر بھی کریں۔ مولانا نے اس اہم خدمت کا بیڑا اُٹھالیا، اس لیے کہ انہوں نے اپنی ذاتی کوشش و کاوش سے مطبوعات کا ایک ایسا منتخب ذخیرہ فراہم کرلیا تھا کہ کسی علم وفن کی کوئی ضروری اور اہم کتاب مشکل سے ایسی ہوگی جو اُن کے کتب خانے میں نہ ہو، نادر مطبوعہ اور قلمی کتابوں سے ضروری معلومات کے اخذ کرلینے کا عجیب وغریب ملکہ بھی ان کو حاصل تھا، مفتی عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ انتہائی حیرت واستعجاب کے ساتھ کہتے ہیں:

''بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے- مولانا عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے- ہاتھ میں ایک ٹارچ ہے جس کی روشنی اَندھے خزانوں میں رکھی کتابوں کے اندرونی صفحات تک پہنچ کر ان کی سطروں کو منور کررہی ہے اور مخفی مطالب کو سامنے لے آرہی ہے۔'' (۸)

مفتی عبد الفتاح ابو غدہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتابوں ''**الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل**'' اور ''**الأجوبة الفاضلة للأمثلة العشرة الکاملة**'' کو ایڈٹ کرنے اور ان دونوں کتابوں میں درج اقتباسات کو اصل تصانیف سے نکالنے کے دوران اپنی مرعوبیت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

''میں حیرانی میں پڑ جاتا تھا اور سوچنے لگتا تھا کہ اس شیخ کو- مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ کو- کتابوں، وہ بھی بیشتر قلمی کتابوں کے صفحات پر بکھری ہوئی اپنے مطلب کی عبارتوں کو ڈھونڈھ نکالنے اور ان تک رسائی حاصل کرلینے کی کیسی عجیب وغریب قدرت حاصل تھی۔'' (۹)

www.banuri.edu.pk

حواشی وحوالہ جات

۱:-مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت خود ان کی تصریحات کے مطابق ذوالقعدہ ۱۲۶۴ھ کی چھبیسویں کو سہ شنبہ کے روز مطابق ۲۴/اکتوبر ۱۸۴۸ء اتر پردیش کے شہر باندا علاقہ بندیل کھنڈ میں ہوئی، جہاں ان کے والد ماجد مولانا عبدالحلیم انصاری وفات ۱۲۸۵ھ-۱۸۶۸ء نواب باندا ذوالفقار الدولہ کے عہد میں مدرسۂ نواب میں مدرس تھے۔مولانا کی تاریخ وفات ۳۰/ربیع الاول ۱۳۰۴ھ شب دوشنبہ مطابق ۲۷/دسمبر ۱۸۸۶ء ہے۔حوالے کے لیے ا:...تذکرۂ علمائے فرنگی محل از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مرحوم، صفحہ:۱۳۱،۲:...کنز البرکات از مولانا حفیظ اللہ اعظم گڑھی،صفحہ:۱۳۵ور۳:...حسرۃ الفحول از مولانا عبدالباقی فرنگی محلی،صفحہ:۱۴۔

۲:-دو ہی ایک کتابیں ان کی ایسی ہیں جو باوجود مکمل ہوجانے کے ان کے سامنے طبع نہ ہوسکیں، جیسے ظفر الامانی بشرح المختصر المنسوب الی الجرجانی جس کی تصنیف سے مولانا عبدالحیؒ ۱۲صفر ۱۳۰۴ھ-۱۸۸۶ء کو فارغ ہوئے تھے اس کے ڈیڑھ ہی مہینے بعد ان کی وفات ہوگئی۔ان تصانیف کا یہاں ذکر نہیں جو زیرِ تصنیف تھیں اور مکمل نہ ہوسکیں۔

۳:-''مقدمة الأجوبة الفاضلة'' از مفتی عبدالفتاح رحمۃ اللہ علیہ،مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة'' کو ایڈٹ کرکے شائع کیا ہے،اس سے قبل وہ مولانا کی ایک اور تصنیف ''الرفع والتكميل فی الجرح والتعديل'' کو اسی طرح ایڈٹ کر کے شائع کر چکے ہیں،مولانا کی تیسری تصنیف ''إقامة الحجة علی أن الاكثار فی التعبد ليس ببدعة'' اس کے بعد یعنی ۱۹۶۶ء میں اسی طرح ایڈٹ کرکے انہوں نے شائع کردی۔مولانا کی چوتھی تصنیف ''تحفة الأخبار فی إحياء سنة سيد الأبرار'' کو اسی معیار سے ایڈٹ کرکے شائع کرنے کا اعلان ان کی طرف سے ہوچکا ہے۔

۴:-مقالاتِ سلیمانی،حصہ دوم،شائع کردہ دار المصنفین اعظم گڑھ۔

۵:-''الفوائد البهية فی تراجم الحنفية'' از مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ:۸،تیسرا ایڈیشن،مطبوعہ:یوسفی پریس لکھنؤ ۱۸۹۵ء۔

۶:-أیضاً۔ ۷:-أیضاً۔

۸:-''مقدمة الأجوبة الفاضلة''،صفحہ ۱۵ مطبوعہ حلب (شام) ۱۹۶۴ء۔ ۹:-أیضاً۔

(جاری ہے)

www.banuri.edu.pk